سورۃ الغاشیہ

آیاتہا ۲۶ ۸۸ سورۃ الغاشیۃ مکیۃ ۶۸ رکوعہا ۱

تمام کے قول میں مکی ہے۔ اس کی چھبیس آیات ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

هَلۡ اَتٰىكَ حَدِیۡثُ الۡغَاشِیَةِ ۝

''کیا آپ کو پہنچی ہے چھا جانے والی آفت کی خبر''۔

هَلۡ، قد کے معنی میں ہے(1) جس طرح اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے: **هَلۡ اَتٰى عَلَى الۡاِنۡسَانِ حِیۡنٌ مِّنَ الدَّهۡرِ** (الدہر: 1) یقیناً انسان پر ایک ایسا وقت گزرا ہے؛ یہ قطرب کا قول ہے معنی یہ ہے اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً آپ کے پاس قیامت کی خبر آچکی ہے جو اپنی ہولنا کیوں کے ساتھ مخلوقات پر چھا جائے گی؛ یہ اکثر مفسرین کا نقطہ نظر ہے۔ سعید بن جبیر اور محمد بن کعب نے کہا: **الۡغَاشِیَةِ** سے مراد آگ ہے جو کفار کے مونہوں تک جا پہنچے گی (2)؛ یہ ابو صالح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے اس کی دلیل **وَّ تَغۡشٰى وُجُوۡهَهُمُ النَّارُ ۝** (ابراہیم) آگ ان کے چہروں پر چھا جائے گی۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: مخلوقات پر چھا جائے گی۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس سے مراد نفخہ ثانیہ ہے جو دوبارہ اٹھائے جانے کے لیے پھونکا جائے گا کیونکہ وہ تمام مخلوقات پر غالب آجائے گا (3)۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: غاشیہ سے مراد جہنمی ہیں جو اس پر چھا جائیں گے اور اس میں داخل ہو جائیں گے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ **هَلۡ اَتٰىكَ** کا معنی ہے یہ نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ تھا نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کو پتہ تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس طرح یہاں مذکور ہے اس تفصیل کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے معلوم نہ تھا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بطور استفہام کلام ذکر کی گئی ہے اس کا معنی ہے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک غاشیہ کی خبر نہیں پہنچی تھی تو اب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ چکی ہے؛ یہ کلبی کے قول کا معنی ہے (4)۔

وُجُوۡهٌ یَّوۡمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝

''کتنے ہی چہرے اس دن ذلیل وخوار ہوں گے مشقت میں مبتلا تھکے ماندے''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک ان کی خبر نہیں پہنچی تھی تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے بارے میں آگاہ کر دیا۔ **یَوۡمَئِذٍ** سے مراد یوم قیامت ہے (5)۔ سفیان نے کہا: خاشعة سے مراد عذاب کے ساتھ ذلیل کرنا ہے ہر کمزور پست ہمت عاجزی کرنے والا ہوتا ہے۔ یہ جملہ بولا جاتا ہے: خَضَعَ فی صلاتہ جب اس نے نماز میں سر جھکایا اور

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 257 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً 5۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 258

عاجزی کا اظہار کیا۔ خشع الصوت آواز پست ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ (طٰہٰ:108) اللہ تعالیٰ کے حضور آوازیں پست ہیں۔ وجوہ (چہروں) سے مراد اصحاب وجوہ ہیں۔ قتادہ اور ابن زید نے کہا: آگ میں عاجز و ذلیل ہوں گی (1)۔ اس سے مراد تمام کفار کے وجوہ ہیں؛ یہ یحییٰ بن سلام کا قول ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس سے مراد یہود و نصاریٰ کی وجوہ ہیں؛ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

وہ دنیا میں تھکے ماندے ہوں گے کیونکہ دار آخرت عمل کا مکان نہیں۔ معنی یہ ہوگا وہ دنیا میں مشقت میں مبتلا، تھکے ماندے ہوں گے وہ آخرت میں ذلیل و رسوا ہوں گے۔ علماء لغت نے کہا: جب ایک آدمی لگا تار مصروف کار رہے تو کہتے ہیں: عَمِلَ الرجلُ عَمَلًا وہ بادل جو لگا تار چمکتا رہے اسے کہتے ہیں: عَمِل السحابُ عملًا، ذاسحابٌ عمِلٌ۔ ہذلی نے کہا: حتی شآها کلیلٌ مَوْهِنًا عمِلٌ لگا تار کمزور بجلی رات کے ایک حصہ تک اسے ہانکتی رہی۔

نَّاصِبَةٌ تھکے ماندے۔ نَصِبَ یَنْصَبُ نَصَبًا کا معنی ہے وہ تھک گیا أنصبه غیرہ۔ اسے کسی دوسرے نے تھکا دیا۔ ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور کفر میں تھکایا جیسے بت پرست اور اہل کتاب میں سے راہب وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ ان سے کسی چیز کو قبول نہیں فرماتا مگر جو اس کے لیے خالص ہوتا ہے۔ سعید نے قتادہ سے روایت نقل کی ہے کہ اس سے مراد ہے دنیا میں اس نے اللہ تعالیٰ کی طاعت سے تکبر کیا اللہ تعالیٰ نے اسے جہنم میں کام میں لگا دیا اور اسے تھکایا کہ وہ بھاری بیڑیاں کھینچتے ہیں، طوق اٹھائے ہوئے ہیں وہ میدان محشر میں ننگے پاؤں کھڑے ہیں جس میں ایک دن کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہے۔ کلبی نے کہا: انہیں منہ کے بل جہنم میں گھسیٹا جائے گا۔ ان سے اور دوسرے علماء سے یہ بھی مروی ہے: جہنم میں انہیں لوہے کے پہاڑ پر چڑھنے کا مکلف بنایا جائے گا تو وہ بیڑیوں اور طوقوں اور آگ میں داخل ہونے کی وجہ سے جو مشقت اٹھاتے ہیں اس سے زیادہ وہ تھکیں گے وہ آگ میں یوں دھنس جائیں گے جس طرح اونٹ کیچڑ میں دھنس جاتا ہے، وہ آگ کے پہاڑ پر چڑھیں گے اور اس سے نیچے اتریں گے اس کے علاوہ انہیں عذاب کا سامنا کرنا ہوگا؛ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا۔ ابن محیصن، عیسیٰ، حمید نے اور عبید نے شبل سے وہ ابن کثیر سے نَّاصِبَةٌ روایت کرتے ہیں کیونکہ یہ حال ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ اسے بطور مذمت منصوب پڑھا گیا ہے جبکہ باقی قراء نے اسے صفت کے اعتبار سے منصوب پڑھا ہے یا مبتدا مضمر ہے تو وقف خَاشِعَةٌ پر ہوگا۔ جس نے اسے آخرت پر تعبیر کیا ہے اس کے لیے جائز ہے کہ یہ وجوہ سے خبر کے بعد خبر ہو اس صورت میں خَاشِعَةٌ پر وقف نہ کیا جائے گا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس کا معنی ہے دنیا میں مصروف کار، آخرت میں تھکے ماندے اور ذلیل ہوں گے۔ عکرمہ اور سدی نے کہا: دنیا میں وہ نافرمانیاں کیا کرتے تھے۔ سعید بن جبیر اور زید بن اسلم نے کہا: وہ راہب ہیں جو گرجا گھروں میں رہتے تھے؛ یہ حضرت ابن عباس کا قول ہے۔ ضحاک کی روایت بھی پہلے گزر چکی ہے۔ حضرت حسن بصری سے مروی ہے: جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شام آئے تو ایک بوڑھا (متقهل) پراگندہ حال راہب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا جب

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 258

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا تو آپ رونے لگے اس نے پوچھا: اے امیر المومنین! کس چیز نے آپ کو رلایا ہے؟ فرمایا: اس مسکین نے ایک امر کو طلب کیا تو اسے نہ پایا، ایک امید کی تو اس میں غلطی کی اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تلاوت کی وُجُوْہٌ یَّوْمَىٕذٍ خَاشِعَةٌ ۙ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۙ۔(1)

کسائی نے کہا: تقھل کا معنی برا حال ہے۔ رجل متقھل جس کا چمڑا خشک اور برا حال ہو جس طرح متقحل ہے۔ ابو عمرو نے کہا: تقھل کا معنی ضرورت کی شکایت کرنا ہے اور یہ شعر پڑھا:

لَعْوًا إِذَا لَاقَيْتَه تَقَهَّلَا

جب میں اسے ملا تو اس کا اخلاق برا اور حال بھی برا تھا۔

القھل کا معنی احسان کی ناشکری کرنا ہے۔ قد قَھِلَ یَقْھَلُ قَھْلًا جب اس نے بری تعریف کی۔ أقھل الرجل ایسے امر کا تکلف کیا جو اس کے نفس کو عیب دار بنا تا ہے اور اس کی ذات کو آلودہ کر دیتا ہے۔ انقھل کا معنی ہے کمزور ہونا اور گر جانا؛ یہ جوہری کا نقطہ نظر ہے۔ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: اس سے مراد اہل حروراء ہیں یعنی وہ خارجی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کے بارے میں ذکر کیا ہے فرمایا: تحقِرون صلاتکم مع صلاتھم و صیامکم مع صیامھم وأعمالکم مع أعمالھم یَمْرُقُون من الدین کما یَمْرُق السھمُ من الرَّمِیَّة۔ تم اپنی نمازیں ان کی نمازوں کے مقابلہ میں، اپنے روزے ان کے روزوں کے مقابلہ میں، اپنے اعمال ان کے اعمال کے مقابلہ میں حقیر جانو گے وہ دین سے یوں نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے (☆)۔

تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۙ

"داخل ہوں گے دہکتی ہوئی آگ میں"۔

ان چہروں کو آگ کی تپش اور لپک پہنچے گی۔ حَامِیَةً سے مراد سخت گرم ہے یعنی اسے طویل مدت تک روشن کیا گیا اور جلایا گیا۔ اسی سے یہ جملہ بولا جاتا ہے: حَمِیَ النھار حَمِیَ التنور حمیًا یعنی اس کی گرمی شدید ہو گی۔ کسائی نے کہا: اشتد حمی الشمس وحموھا کا معنی ایک ہی ہے۔ ابو عمرو، ابوبکر اور یعقوب نے ضمہ کے ساتھ تُصلی پڑھا ہے جبکہ باقی قراء نے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے اسے تَصلی بھی پڑھا گیا ہے اس بارے میں گفتگو اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۙ میں پہلے گزر چکی ہے۔ ماوردی نے کہا: اگر یہ کہا جائے اس کی صفت حمی سے لگانے کی کیا وجہ ہے جبکہ آگ تو گرم ہی ہوتی ہے (2) جب کہ یہ تو اس کے احوال میں سے کم حالت ہے تو اس ناقص صفت کے ساتھ مبالغہ کی کیا وجہ ہے؟ تو جواب دیا جائے گا: حامیہ سے مراد یہاں چار وجوہ سے مختلف ہے:

(۱) اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ہمیشہ گرم ہو گی یہ دنیا کی آگ جیسی نہ ہو گی کہ جس کی گرمائش بجھانے کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے۔

(۲) حَامِیَةً سے مراد یہ ہے کہ یہ ممنوعات کے ارتکاب کی محفوظ چراگاہ ہے اور محارم کی پامالی کی محفوظ جگہ ہے جس طرح نبی

1۔ تفسیر حسن بصری، جلد 5، صفحہ 282-281 2۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 258

☆ صحیح بخاری، کتاب استتابۃ المرتدین باب من ترک قتال الخوارج

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: إنّ لِکلّ ملكٍ حِمًى وإنّ حمى الله محارمه ومن يرتع حول الحمى يوشك أن يقع فيه ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی چراگاہ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں جو آدمی چراگاہ کے اردگرد چرتا ہے ممکن ہے کہ وہ اس میں جا واقع ہو۔

(۳) وہ اپنے آپ کو محفوظ رکھتی ہے کہ کوئی اس کو چھو سکے یا اس کو مس کرنے کا قصد کرے جس طرح شیر اپنی کچھار کی حفاظت کرتا ہے؛ اس کی مثل نابغہ کا شعر ہے۔

تعدو الذئاب على من لا كلاب له وتتقى صَولَة المستأسِدِ الحامِي

بھیڑیے اس پر حملہ کرتے ہیں جس کے کتے نہیں ہوتے اور شیر دل حفاظت کرنے والے کے حملہ سے بچتے ہیں۔

(۴) وہ غضبناک ہے انتقام کی شدت میں مبالغہ کرنے والی ہے اس سے کسی شئی یا ذات کا گرم ہونا مراد نہیں جس طرح کہا جاتا ہے: قد حمی فلان جب وہ انتقام کے ارادہ سے غضبناک ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس ارشاد کے ساتھ اس معنی کو واضح کیا۔ فرمایا: تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ (ملک: 8) قریب ہے غصہ سے پھٹ جائے۔

تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝

''انہیں پلایا جائے گا کھولتے ہوئے چشمہ سے''۔

الآنی سے مراد وہ چیز ہے جس کی گرمی انتہا کو پہنچ جائے۔ یہ ایناء سے مشتق ہے جس کا معنی تاخیر ہے، اس معنی میں ہے آنیت و آذیت تو دیر سے آیا اور تو نے اذیت دی۔ آناہ یُؤنیه ایناءا سے گرم کیا، اسے روکا اور اسے موخر کیا۔ اس معنی میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: يَطُوفُونَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ حَمِيمٍ اٰنٍ ۝ (الرحمٰن) وہ گردش کرتے رہیں گے جہنم اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان۔ مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝ کا معنی تفاسیر میں یہ کیا گیا ہے: اس کی گرمی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے اگر اس کا قطرہ دنیا کے پہاڑوں پر گرے تو وہ پگھل جائیں۔ حضرت حسن بصری نے کہا: اٰنِيَةٍ سے مراد ہے اس کی گرمی اپنے کمال کو آ پہنچی ہے جب سے اسے تخلیق کیا گیا ہے اس پر جہنم کو بھڑکایا گیا ہے ان جہنمیوں کو اس کی طرف پیاسا ہانکا جائے گا۔ ابن ابی نجیح نے مجاہد سے یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ اپنی گرمی کی انتہا کو پہنچ گیا ہے اور اس کے پینے کا وقت آ چکا ہے۔

لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝

''انہیں کوئی کھانا نہ ملے گا بجز خاردار جھاڑ کے''۔

لَهُمْ کی ضمیر سے مراد جہنمی ہیں۔ جب پہلے ان کے مشروب کا ذکر کیا اب ان کے کھانے کا ذکر کیا۔ عکرمہ اور مجاہد نے کہا ضَرِيْعٍ ایک ایسی جڑی بوٹی ہے جس کے کانٹے ہوتے ہیں جو زمین کے ساتھ لگی ہوتی ہے جب تک وہ تر ہو تو اسے شبرق کہتے ہیں جب وہ خشک ہو جائے تو اسے ضریع کہتے ہیں کوئی جانور اور چوپایہ اس کے قریب نہیں جاتا اور نہ ہی اسے کھاتا ہے، وہ قاتل زہر ہے یہ سب سے خبیث اور برا کھانا ہے؛ عام مفسرین کی یہی رائے ہے مگر ضحاک کی رائے مختلف ہے۔ اس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ یہ ایسی چیز ہے جسے سمندر باہر پھینکتا ہے جسے ضریع کہتے ہیں یہ انسانوں کی

بجائے حیوانوں کی خوراک ہے جب اونٹ اسے کھائیں تو سیر نہیں ہوتے اور کمزوری کی وجہ سے مرجاتے ہیں۔ صحیح وہی ہے جو جمہور کا نقطہ نظر ہے کہ یہ ایک بوٹی ہے۔ ہذلی نے کہا: اور اونٹوں اور ان کی بری چراگاہ کا ذکر کیا:

وحُبِسْنَ فی هَزْمِ الضَّرِيعِ فكلُّها حَدْباءُ دامِيةُ اليدين حَرُودُ

انہیں تو نے پھوٹے ضریع پر روک دیا گیا ہے سب کی پشت کی ہڈیاں ظاہر ہیں ہاتھوں سے خون بہہ رہا ہے اور دودھ دوہنے سے انکاری ہیں۔

خلیل نے کہا: ضریع سبز بوٹی ہوتی ہے بدبودار ہوتی ہے سمندر جسے پھینکتا ہے۔ والبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے: یہ آگ کا درخت ہے اگر یہ دنیا میں ہوتا تو زمین اور اس پر جو کچھ ہے سب کو جلا دیتا۔ سعید بن جبیر نے کہا: یہ پتھر ہے (1)؛ یہی بات عکرمہ نے کہی، زیادہ غالب یہی ہے کہ یہ کانٹے دار درخت ہے جیسے دنیا میں ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے: ''ضریع ایسی چیز ہے جو جہنم میں ہوگی جو کانٹے کے مشابہ ہے مصبر سے زیادہ کڑوی ہوگی، مردار سے زیادہ بدبودار ہوگی، آگ سے زیادہ گرم ہوگی اللہ تعالیٰ نے اس کا نام ضَرِيْع رکھا ہے''۔

خالد بن زیاد نے کہا: میں نے متوکل بن حمدان سے سنا جب کہ ان سے آیت کے بارے میں پوچھا جارہا تھا انہوں نے جواب دیا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ ضریع جہنم کی آگ کا ایک درخت ہے اس کا پھل پیپ اور خون ہوگا وہ مصبر سے زیادہ کڑوا ہوگا یہ ان کا کھانا ہوگا۔ حضرت حسن بصری نے کہا: یہ عذاب میں سے ان چیزوں میں سے ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مخفی رکھا ہے (2)۔

ابن کیسان نے کہا: یہ ایسا کھانا ہے جس کے پاس وہ گڑگڑائیں گے، ذلیل و رسوا ہوں گے اور اس سے چھٹکارا پانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آہ و زاری کریں گے، اسے یہ نام اس لیے دیا گیا ہے کہ اس کا کھانے والا اس کو ناپسند کرنے اور اس کی سختی کے باعث آہ و زاری کرے گا کہ اس عذاب سے اسے بری کر دیا جائے۔ ابو جعفر نحاس نے کہا: یہ ضارع سے مشتق ہے جس کا معنی ذلیل ہے یعنی ذو ضراعۃ ذلت والا۔ حضرت حسن بصری سے یہ مروی ہے: یہی زقوم ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ جہنم میں ایک وادی ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ۙ وَ لَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ۙ (الحاقہ) آج اس کا یہاں کوئی دوست نہیں اس کا کوئی کھانا نہیں مگر غسلین۔ یہاں فرمایا: اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ یہ غسلین کے علاوہ کھانا ہے دونوں میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ جہنم کے کئی درجے ہیں ان میں سے کچھ لوگ وہ ہیں جن کا کھانا زقوم ہے ان میں سے کچھ وہ ہیں جن کا کھانا غسلین ہے، ان میں سے کچھ وہ ہیں جن کا کھانا ضریع ہے، ان میں سے کچھ وہ ہیں جن کا مشروب حمیم ہے، ان میں سے کچھ وہ ہیں جن کا مشروب پیپ ہے۔ کلبی نے کہا: ضریع ایسے درجے میں ہے جس میں کوئی اور نہیں زقوم ایک اور درجہ ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ دونوں آیتوں کو دو حالتوں پر محمول کیا جائے جس طرح ارشاد فرمایا: يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ۚ (الرحمٰن) وہ گردش کرتے رہیں گے جہنم اور گرم کھولتے ہوئے پانی کے درمیان۔ قتبی نے کہا: یہ جائز ہے کہ ضریع اور زقوم جہنم کی دو جڑی بوٹیاں ہوں یا دونوں کا جوہر ایسی چیز ہو جسے آگ نہیں

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 259 2۔ تفسیر حسن بصری، جلد 5، صفحہ 282

کھاتی۔ اسی طرح آگ زنجیریں، اس کے طوق، اس کے بچھو اور اس کے سانپ ہیں اگر یہ اس طرح ہوتے جس طرح ہم جانتے ہیں تو وہ آگ پر باقی نہ رہتے۔ کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاں موجود ہم سے غائب پر ہماری راہنمائی کی اس چیز کی مدد سے جو ہمارے پاس حاضر ہے آسمان کی دلالت متفق ہے اور معانی مختلف ہیں۔ اس طرح جنت میں جو بھی درخت اور بستر ہیں زیادہ مناسب قول وہ ہے جو قتبی کا قول ہے کہ جو چیز کافروں کو جہنم میں ہمیشہ رکھتی ہے تاکہ ان پر عذاب دائمی ہو وہی چیز نباتات اور زقوم کے درخت کو آگ میں باقی رکھتی ہے تاکہ اس کے ذریعے کفار کو عذاب دے۔ بعض علماء کا خیال ہے ضریع بعینہ آگ میں نہیں اگتا اور نہ ہی وہ اسے کھاتے ہیں۔ ضریع چوپاؤں کی خوراک ہے یہ لوگوں کی خوراک نہیں جب اونٹ اسے کھائیں تو سیر نہیں ہوتے اور کمزوری کی وجہ سے مرجاتے ہیں۔ اس سے یہ ارادہ کیا ہے کہ وہ ایسی چیز سے روزی حاصل کرتے ہیں جو ان کو سیر نہیں کرتی ضریع کا ذکر بطور ضرب المثل کیا ہے کہ انہیں بھوک کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا جس طرح اسے تکلیف دی جاتی ہے جسے ضریع کھلایا جائے۔

ترمذی حکیم نے کہا: یہ قول کرنے والے کی جانب سے مریض نظر وفکر ہے اور حقیر تامل ہے گویا یہ اس چیز پر دلالت کرتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں متحیر ہیں وہ ذات پاک جس نے اس مٹی میں ضریع کو اگایا وہ اس بات پر قادر ہے کہ وہ دہکتی آگ میں اس ضریع کو اگائے۔ اللہ تعالیٰ نے سرسبز وشاداب درخت سے ہمارے لیے آگ بنائی نہ آگ اس درخت کو جلاتی ہے اور نہ درخت میں پانی کی رطوبت آگ کو بجھاتی ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ۝ (یاسین) وہ ذات پاک جس نے تمہارے لیے شاداب درخت سے آگ بنائی پس جس سے تم آگ روشن کرتے ہو، جس طرح یہ بات کی گئی جب یہ آیت وَ نَحْشُرُهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ (الاسراء: 97) ہم انہیں قیامت کے روز ان کے مونہوں کے بل اٹھائیں گے۔ صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ! وہ اپنے مونہوں کے بل کیسے چلیں گے؟ فرمایا: وہ ذات جس نے انہیں ان کے پاؤں کے بل چلایا وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ وہ انہیں منہ کے بل چلائے۔ اس جیسی مثال میں سوائے دل کے ضعیف کے کوئی متحیر نہیں یا کیا ہم نے خبر نہیں دے دی جب بھی جلدیں پک جائیں گی تو ان کی جلدیں کسی اور چیز سے بدل دیں گے، اسی طرح فرمایا: سَرَابِیْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ (ابراہیم: 50) اور فرمایا: اِنَّ لَدَیْنَآ اَنْكَالًا (المزمل: 12) یعنی ہمارے پاس بیڑیاں ہیں۔ ذاغصته کا معنی ہے کانٹوں والا۔ ان پر عذاب ان اشیاء کی وجہ سے مختلف ہوگا۔

لَّا یُسْمِنُ وَ لَا یُغْنِیْ مِنْ جُوْعٍ ۝

''جو نہ فربہ کرے گا نہ بھوک دور کرے گا''۔

یعنی ضریع کو کھانے والا موٹا نہیں ہوگا۔ جو کانٹے کھاتا ہے وہ کیسے موٹا ہوگا؟ مفسرین نے کہا: یہ آیت نازل ہوئی تو مشرکوں نے کہا: ہمارے اونٹ تو ضریع کھا کر موٹے ہو جاتے ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی: انہوں نے جھوٹ بولا کیونکہ اونٹ اسے اس وقت کھاتا ہے جب وہ تر ہو جب وہ خشک ہو جائے تو اسے نہیں کھاتا۔ ایک قول یہ کیا گیا: ان پر اس کا معاملہ مشتبہ ہو گیا انہوں نے اسے گمان کیا یہ بھی دوسری نفع مند جڑی بوٹیوں کی طرح ہے، کیونکہ مضارعۃ کا معنی مشابہت ہے انہوں نے

اسے پایا کہ وہ نہ اسے موٹا کرتی ہے اور نہ ہی بھوک مٹاتی ہے۔

وُجُوۡهٌ يَّوۡمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۙ﴿۸﴾ لِّسَعۡيِهَا رَاضِيَةٌ ۙ﴿۹﴾ فِيۡ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۙ﴿۱۰﴾

''کتنے ہی چہرے اس دن بارونق ہوں گے اپنی کاوشوں پر خوش ہوں گے عالیشان جنت میں''۔

یہاں نَّاعِمَةٌ نسبت کے معنی میں ہے یعنی ذات نعمة یہ مومنوں کے چہرے ہوں گے انہوں نے اپنے امر اور اپنے عمل صالح کا انجام دیکھا تو وہ خوش ہو گئے جب انہیں اپنے عمل کے بدلے جنت دی جائے گی تو وہ ناراض ہو جائیں گے، اس کا مجازی معنی یہ ہوگا: انہوں نے جو عمل کیا ہوگا اس پر وہ راضی ہوگا۔ یہاں واؤ مضمر ہے معنی ہے۔ ووجوہ یومئذ واؤ مضمر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے اور متقدم وجوہ کے درمیان فاصلہ ہے وجوہ سے مراد نفوس (ذاتیں) ہیں۔

وہ بلند جنت میں ہوں گے کیونکہ یہ آسمانوں سے بھی اوپر ہے جس طرح یہ پہلے گزر چکا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ قدر ومنزلت میں بلند ہیں کیونکہ ان میں وہ کچھ ہے جس کی نفوس خواہش کرتے ہیں اور آنکھیں لذت حاصل کرتی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

لَّا تَسۡمَعُ فِيۡهَا لَاغِيَةً ﴿ؕ۱۱﴾

''نہ سنیں گے وہاں کوئی لغو بات''۔

کوئی ایسی گفتگو نہیں سنیں گے جو ان کے مقام سے فروتر ہو اور ناپسندیدہ ہو کہا: لَاغِيَةً لغو اور لغلب کا ایک ہی معنی ہے. کہا: عن اللغا و رفث التکلم لغو بات اور بے حیائی کی باتوں سے۔

فراء اور اخفش نے کہا: اس میں تو کوئی لغو کلمہ نہیں سنے گا۔ اس کی مراد میں چھ وجوہ ہیں:

(۱) اس میں جھوٹ، بہتان اور اللہ تعالیٰ کا انکار نہ سنیں گے؛ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے۔

(۲) نہ باطل اور نہ گناہ کی کوئی بات سنیں گے؛ یہ قتادہ کا قول ہے۔

(۳) اس سے مراد گالی ہے؛ یہ مجاہد کا قول ہے۔

(۴) وہ معصیت کے بارے میں نہ سنیں گے؛ یہ حضرت حسن بصری کا قول ہے۔

(۵) کسی قسم اٹھانے والے کے بارے میں نہ سنا جائے گا کہ وہ جھوٹی قسم اٹھاتا ہے؛ یہ فراء کا قول ہے۔ کلبی نے کہا: جنت میں کسی آدمی کے بارے میں نہیں سنا جائے گا کہ وہ سچی یا جھوٹی قسم اٹھاتا ہے۔

(۶) ان کی گفتگو میں کوئی لغو کلمہ نہیں سنا جائے گا کیونکہ جنتی صرف حکمت کی بات کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں جن دائمی نعمتوں سے نوازا ہوتا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں؛ یہ بھی فراء کا قول ہے۔ یہ سب سے اچھا قول ہے کیونکہ جو کچھ ذکر کیا گیا ہے سب کو عام ہے۔

ابو عمرو اور ابن کثیر نے اسے لا یسمع پڑھا ہے کہ یہ نائب الفاعل ہے اسی طرح نافع نے بھی بات کی ہے مگر یہ تاء مضموم کے ساتھ ہے، کیونکہ لاغیۃ اسم مونث ہے فعل کو اس کی وجہ سے مونث ذکر کیا گیا ہے۔ جس نے اسے یاء کے ساتھ پڑھا ہے

اس کے نزدیک وجہ یہ ہے کہ فعل اور فاعل کے درمیان جار مجرور ہے، باقی قراء نے تاء کے ساتھ پڑھا ہے اور مفتوح پڑھا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ وجوہ کی طرف منسوب ہے معنی یہ بنے گا اس میں وجوہ کوئی لغویات نہ سنیں گے۔

فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ﴿۱۲﴾ فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ ﴿۱۳﴾ وَّ اَكْوَابٌ مَّوْضُوعَةٌ ﴿۱۴﴾ وَّ نَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ ﴿۱۵﴾ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ ﴿۱۶﴾

''اس میں چشمہ جاری ہوگا۔ اس میں اونچے اونچے تخت بچھے ہوں گے، اور ساغر قرینے سے رکھے ہوں گے، اور گاؤ تکیے قطار در قطار لگے ہوں گے، اور قیمتی قالین بچھے ہوں گے''۔

اس میں اچھلتے پانیوں والے جاری چشمے ہوں گے اور مختلف قسم کے لذیذ مشروبات ان کی زمین پر بغیر کسی کھائی کے جاری ہوں گے۔ سورۃ الانسان میں یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ اس میں چشمے ہوں گے۔ عَيْنٌ، عیون کے معنی میں ہے۔ واللہ اعلم۔

اس میں بلند پلنگ ہوں گے۔ روایت بیان کی گئی ہے: اس کی بلندی اس قدر ہوگی جتنی آسمان اور زمین کے درمیان ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کا ولی اپنے اردگرد اپنے ملک کو دیکھ سکے۔

اس میں لوٹے اور برتن ہوں گے۔ ابریق اسے کہتے ہیں جس کا دستہ اور سنت ہوتی ہے۔ کوب ایسے برتن کو کہتے ہیں جس کا دستہ اور سنت نہیں ہوتی۔ سورۂ زخرف اور دوسری سورتوں میں یہ گزر چکا ہے۔

تکیے ہوں گے نمارق کی واحد نمرقۃ ہے وہ ایک دوسرے کے پہلو میں ہوں گے؛ شاعر نے کہا:

وانا لنُجرِی الکاس بین شُروبنا وبینَ أبی قابوسَ فوقَ النّمارقِ

بے شک ہم بھرا ہوا جام اپنی باری اور ابو قابوس کے درمیان تکیوں پر چلاتے ہیں۔

ایک اور شاعر نے کہا:

کُھولٌ وشبانٌ حِسانٌ وجوھُھُمْ علی سُرُرٍ مَصفوفۃ و نمارقِ

پکی عمر کے اور جوان جن کے چہرے حسین ہیں وہ صف در صف پلنگوں اور تکیوں پر ہیں۔

صحاح میں ہے: النمرق اور النمرقۃ دونوں سے مراد چھوٹا تکیہ ہے اسی طرح نمرقۃ بھی ایک لغت ہے یعقوب نے اس کی حکایت بیان کی ہے۔ بعض اوقات کجاوے کے اوپر جو چٹائی سی رکھی جاتی ہے اسے نُمرقۃ کہتے ہیں؛ یہ ابو عبید سے مروی ہے۔

ابو عبید نے کہا: زَرَابِيُّ سے مراد قالین ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: زرابی ان چٹائیوں کو کہتے ہیں جن کا رواں نرم ہوتا ہے۔ اس کا واحد زربیۃ ہے۔ کلبی اور فراء نے کہا مَبْثُوثَةٌ کا معنی پھیلائی گئی ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: ایک دوسرے کے اوپر ہوں گی؛ یہ عکرمہ نے کہا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: بہت زیادہ۔ ایک قول کیا گیا: مجالس میں متفرق؛ یہ قتبی کا قول ہے۔

میں کہتا ہوں: آخری معنی زیادہ صحیح ہے وہ قالین بہت زیادہ اور الگ الگ جگہ پر ہوں گی۔ اس معنی میں وَ بَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ (البقرہ: 164) کا لفظ ہے۔ ابو بکر انباری نے کہا: ہمیں احمد بن حسین نے انہیں حسین بن عرفہ نے انہیں عمار بن محمد نے روایت نقل کی ہے کہ میں نے منصور بن معتمر کے پیچھے نماز پڑھی انہوں نے هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝ پڑھی اس

میں وَزَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ ۝ پڑھا یعنی اس میں بچھے قالین ہوں گے جن میں ٹیک لگائے ہوئے خوش وخرم ہوں گے۔

أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۝

''کیا یہ لوگ (غور سے) اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ اسے کیسے (عجیب طرح) پیدا کیا گیا ہے''۔

مفسرین نے کہا: جب اللہ تعالیٰ نے جنت و دوزخ کے اہل کا ذکر کیا تو کفار اس پر متعجب ہوئے انہوں نے جھٹلایا اور انکار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اپنی صنعت اور قدرت کا ذکر کیا اور یہ ذکر کیا کہ وہ ہر چیز پر اس طرح قادر ہے جس طرح اس نے حیوانات، آسمان اور زمین کو پیدا کیا۔ پھر پہلے اونٹ کا ذکر کیا کیونکہ عربوں میں یہ بہت زیادہ ہوتا ہے اور انہوں نے ہاتھیوں کو نہیں دیکھا تھا اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم مخلوق پر متنبہ کیا اللہ تعالیٰ اسے ایک چھوٹے سے بچے کے لیے مسخر کر دیا ہے جو اس کی مہار پکڑ لیتا ہے اسے بٹھاتا ہے اور اٹھاتا ہے وہ اس کے اوپر سامان لاد دیتا ہے جب کہ وہ بیٹھا ہوا ہوتا ہے وہ بھاری وزن کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوتا ہے یہ وصف کسی اور جاندار میں نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں سے ایک عظیم چیز دکھائی جو اس کی مخلوقات میں سے ایک چھوٹی سی چیز کے لیے مسخر کر دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے اس کی توحید اور عظیم قدرت پر راہنمائی کرتی ہے۔

ایک حکیم کے بارے میں حکایت بیان کی گئی ہے۔ اس کے سامنے اونٹ اور اس کی عجیب وغریب تخلیق کے بارے میں ذکر کیا گیا جبکہ وہ ایسے علاقے میں پیدا ہوا تھا جہاں اونٹ نہیں ہوتے تھے۔ اس نے غور کیا اور کہا: ممکن ہے اس کی گردن لمبی ہو اور جب اللہ تعالیٰ نے اسے خشکی کی کشتیاں بنایا تو اسے پیاس برداشت کرنے پر صابر بنا دیا یہاں تک کہ وہ دس دن سے زائد پیاسا رہ سکتا ہے اور اسے اس قابل بنا دیا کہ وہ جنگلوں صحراؤں میں ہر شئی کو چر لیتا ہے جسے دوسرے جانور نہیں چرتے (1)۔

ایک قول یہ کیا گیا: جب اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے بلند پلنگوں کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: ہم اس پر کیسے چڑھیں گے؟ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل کیا اور یہ واضح کیا کہ اونٹ بیٹھتے ہیں یہاں تک کہ ان پر بوجھ لادا جاتا ہے پھر وہ کھڑے ہو جاتے ہیں اس طرح وہ پلنگ نیچے ہو جاتے ہیں پھر بلند ہو جاتے ہیں؛ اس معنی کی وضاحت قتادہ، مقاتل اور دوسرے علماء نے کی ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ یہاں ابل سے مراد بادل کے عظیم ٹکڑے ہیں؛ یہ مبرد نے کہا: ثعلبی نے کہا: ابل کا یہاں معنی بادل کیا گیا ہے: ہم نے ائمہ کی کتابوں میں اس کی کوئی اصل نہیں دیکھی۔

میں کہتا ہوں: اصمعی ابو سعید عبد الملک بن قریب نے ذکر کیا ابو عمرو نے کہا: جس نے أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۝ میں الْإِبِلِ کو تخفیف کے ساتھ پڑھا اس نے اس سے مراد اونٹ لیا ہے کیونکہ یہ چار ٹانگوں والا ہے وہ بیٹھتا ہے تو اس پر بوجھ لادا جاتا ہے جب کہ دوسرے جانوروں پر اس وقت بوجھ لادا جاتا ہے جب وہ کھڑے ہوتے ہیں۔ جس نے الْإِبِلِّ کو لام شدہ کے ساتھ پڑھا ہے اس نے اس سے مراد بادل لیا ہے جو پانی اور بارش واٹھاتا ہے۔

ماوردی نے کہا: ابل میں دو توجیہیں ہیں: (1) دونوں سے زیادہ نمایاں اور مشہور ہے وہ یہ ہے کہ یہ چوپایا ہے (۲) یہ

1۔ الکشاف، جلد 4، صفحہ 247

بادل ہے۔ اگر اس سے مراد بادل ہو کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر اور تمام مخلوقات کے منافع عام پر دال ہے۔ اگر مراد چوپاؤں میں سے اونٹ ہیں تو کیونکہ اونٹ تمام حیوانات سے زیادہ منافع کو جامع ہے کیونکہ حیوانات کی چار قسمیں ہیں (۱) دودھ دینے والے (۲) سواری والے (۳) کھائے جانے والے (۴) بار برداری کے کام آنے والے۔ اونٹ ان چاروں کو جامع ہے۔ اس میں نعمت عام ہے اور اس میں قدرت زیادہ مکمل ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اس کا خصوصاً ذکر کیا ہے کیونکہ یہ گٹھلی اور قت (صحرائی دانہ) کھاتا ہے اور دودھ دیتا ہے۔ حضرت حسن بصری سے اس کے بارے میں پوچھا گیا اور کہا: ہاتھی عجوبہ ہونے میں بڑھ کر ہے؟ فرمایا: عرب کا اس سے کوئی تعلق واسطہ نہ تھا پھر وہ خنزیر کی طرح ہے اس کا گوشت نہیں کھایا جاتا اس کی پیٹھ پر سوار نہیں ہوا جاتا اور اس کا دودھ نہیں دوہا جاتا۔ قاضی شریح کہا کرتے تھے: ہمیں کناسہ (کوفہ کی منڈی) کی طرف لے چلو تاکہ ہم اونٹ کو دیکھیں کہ وہ کیسے پیدا کیا گیا۔ الْاِبِلِ کے لفظ میں کوئی واحد نہیں یہ مونث ہے کیونکہ اسم جمع کے لفظوں میں کوئی واحد نہیں ہوتا جب اسم جمع غیر انسانوں کے لیے استعمال ہو تو اس میں تانیث لازمی ہوتی ہے جب تو اس کو مصغر بنائے تو اس پر ھا داخل کرے گا تو تو کہے گا: ابیلۃ اغنیمۃ وغیرہ بعض اوقات اِبِل کو ابْل پڑھتے ہیں اس کی جمع آبال آتی ہے۔

وَ اِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿١٨﴾ وَ اِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿١٩﴾ وَ اِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿٢٠﴾

''اور آسمانوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ اسے کیسے بلند کیا گیا۔ اور پہاڑوں کی طرف کہ انہیں کیسے نصب کیا گیا ہے۔ اور زمین کی طرف کہ اسے کیسے بچھایا گیا ہے''۔

یعنی آسمان کو بغیر ستونوں کے زمین سے بلند کیا گیا۔ ایک قول یہ کیا گیا: اسے بلند کیا گیا کہ اسے کوئی چیز نہیں پہنچتی۔

پہاڑوں کو نہیں دیکھتے کہ انہیں کیسے زمین پر نصب کر دیا گیا ہے کہ وہ زائل نہیں ہوتے اس کی وجہ یہ بنی کہ جب زمین کو پھیلایا گیا تو وہ ایک طرف جھکنے لگی تو اللہ تعالیٰ نے اسے پہاڑوں کے ذریعے قائم کر دیا، جس طرح فرمایا: وَ جَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ (الانبیاء: 31) اور ہم نے بنا دیئے زمین میں بڑے بڑے پہاڑ تا کہ زمین لرزتی نہ رہے ان کے ساتھ۔

زمین کو نہیں دیکھتے کہ کیسے اسے پھیلا دیا گیا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے ان تمام افعال کو واحد متکلم ماضی کا صیغہ پڑھا اور ضمیر کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا۔ محمد بن سمیقع اور ابو العالیہ بھی اسی طرح پڑھتے تھے۔ مفعول بہ محذوف ہے معنی ہے میں نے اسے پیدا کیا اس طرح باقی ماندہ افعال ہیں۔

حضرت حسن بصری، ابو حیوہ اور ابو رجاء نے اسے سُطِّحت پڑھا ہے۔ ایک جماعت نے اس طرح پڑھا مگر ظاء میں تخفیف کی ابل کو پہلے ذکر کیا اگر کسی اور چیز کو پہلے ذکر کیا تو جائز ہے۔ قشیری نے کہا: یہ ایسی چیز نہیں جس میں کسی قسم کی حکمت کا مطالبہ کیا جائے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: عربوں کے حق میں یہ لوگوں کے سب سے قریب ہے کیونکہ ان کے ہاں اونٹ بہت

زیادہ ہوتے ہیں اور اونٹ کے بارے میں یہ لوگوں کی بنسبت زیادہ جانتے ہیں نیز اونٹوں کے فوائد دوسرے حیوانات کی بنسبت بہت زیادہ ہیں اس کا گوشت کھایا جاتا ہے، اس کا دودھ پیا جاتا ہے، یہ بار برداری اور سواری کے قابل ہے، لمبی مسافتیں اس پر طے کی جاتی ہیں، یہ پیاس پر صبر کر سکتا ہے، چارہ کم کھاتا ہے، بہت زیادہ بوجھ اٹھاتا ہے، عربوں کا سب سے قیمتی مال ہے عرب اونٹوں پر تنہا سفر کرتے ہیں جبکہ وہ لوگوں سے وحشت محسوس کرتے تھے وہ اپنی سواری میں دیکھتا پھر اس کی نظر آسمان کی طرف چلی جاتی پھر زمین کی طرف چلی جاتی اس وجہ سے انہیں ان چیزوں میں غور وفکر کا حکم دیا گیا کیونکہ یہ مختار اور قادر صانع پر واضح ترین دلیل ہے۔

فَذَكِّرْ ۗ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۝ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَ كَفَرَ ۝
فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ۝ اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ۝

"پس آپ انہیں سمجھاتے رہا کریں آپ کا کام تو سمجھانا ہی ہے آپ ان کو جبر سے منوانے والے تو نہیں ہیں مگر جس نے روگردانی کی اور کفر کیا تو اللہ اس کو سخت عذاب دے گا۔ بے شک انہیں (آخر) ہمارے پاس ہی لوٹ کر آنا ہے پھر یقیناً ہمارے ہی ذمہ ان کا حساب لینا ہے"۔

اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم انہیں نصیحت کیجئے اور انہیں خبردار کیجئے آپ تو محض نصیحت کرنے والے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر مسلط نہیں کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں قتل کر دیں پھر اسے جہاد والی آیت نے منسوخ کر دیا ہے۔ ہارون اعور نے اسے بمسیطر پڑھا ہے اسی طرح الْمُصَيْطِرُوْنَ (طور) پڑھا ہے۔ یہ بنو تمیم کی لغت ہے۔ صحاح میں ہے: مسیطر اور مصیطر کا معنی ہے جو کسی پر مسلط ہو، تاکہ اس پر نگاہ رکھے، اس کے احوال کا جائزہ لے اور اس کے عمل کو لکھے اصل میں یہ سطر سے مشتق ہے کیونکہ سطر کا معنی ہے کہ وہ تجاوز نہ کرے کیونکہ کتاب مسطر ہے جو ایسا کرتا ہے وہ مُسَطِر اور مُسَيْطِر ہے یہ جملہ بولا جاتا ہے: سیطرت علینا تو نے ہم پر تسلط پالیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۝ یعنی اس کو پچھاڑ دیا۔

اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَ كَفَرَ ۝ یہ مستثنیٰ منقطع ہے لیکن جو وعظ اور تذکیر سے روگردانی کرے عذاب اکبر سے مراد جہنم ہے جس کا عذاب دائمی ہے یہاں آخرت کے عذاب کے لیے اکبر کا لفظ ذکر کیا کیونکہ دنیا میں انہیں بھوک، قحط، قید اور قتل کی سزا دی گئی اس تاویل کی دلیل حضرت ابن مسعود کی قراءت ہے اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَ كَفَرَ فَاِنَّهٗ يُعَذِّبُهُ اللّٰهُ۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ مستثنیٰ متصل ہے معنی یہ ہوگا آپ مسلط نہیں ہیں مگر ان لوگوں پر جنہوں نے اعراض کیا اور کفر کا ارتکاب کیا۔ آپ ان پر جہاد کے ذریعے مسلط ہیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ انہیں عذاب اکبر کا عذاب دے گا۔ اس تعبیر کی بنا پر آیت میں کوئی نسخ نہیں۔

روایت بیان کی گئی ہے کہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی لایا گیا جس نے ارتداد اختیار کیا تھا آپ نے تین دن تک اس سے توبہ کا مطالبہ کیا تو وہ اسلام کی طرف واپس نہ لوٹا آپ نے اس کی گردن اڑادی اور یہ آیت تلاوت کی: اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَ كَفَرَ ۝ حضرت ابن عباس اور قتادہ نے اسے الَا پڑھا ہے اس سے مراد نئی کلام کا آغاز اور تنبیہ ہے۔ جس طرح امرء القیس کا قول ہے:

أَلَا رُبَّ یومٍ لَکَ مِنْهُنَّ صَالِحٍ

خبردار! تیرے لیے ان کے کئی اچھے دن ہیں۔

مَنْ اس تعبیر کی بنا پر شرط کا معنی دے گا اس کا جواب فَیُعَذِّبُهُ اللّٰهُ ہے فاء کے بعد مبتدا مضمر ہے۔ تقدیر کلام یوں ہوگی فهو يُعَذِّبُهُ الله کیونکہ اگر جواب کا ارادہ فعل سے ہوتا جو فاء کے بعد ہے تو کلام یوں ہوگا إلّا من تولی و کفر یُعَذِّبه الله۔

موت کے بعد ان کا رجوع ہماری طرف ہے یہ جملہ بولا جاتا ہے: آب، یَئُوبُ جس کا معنی لوٹنا ہے: عبید نے کہا:

وکُلّ ذی غَیْبَةٍ یَئُوبُ وغائب الموتِ لا یَئُوبُ

ہر غائب لوٹ آتا ہے موت کا غائب ہونے والا نہیں لوٹتا۔

ابوجعفر نے ایابھم پڑھا۔ ابو حاتم نے کہا: تشدید جائز نہیں اگر یہ جائز ہوتا تو پھر صیام اور قیام میں بھی جائز ہوتا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ دونوں لغتیں ہیں جن کا معنی ایک ہی ہے۔ زمخشری نے کہا: ابوجعفر مدنی نے ایابھم پڑھا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ فیعال کا وزن ہے ایب کا مصدر ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ یہ ایاب ہے یا یہ اصل میں أوّاب ہے فعّال کا وزن ہے جو اوب سے مشتق ہے پھر ایواب بنا جس طرح دیوان اصل میں دوّان تھا پھر اس کے ساتھ وہ معاملہ کیا گیا ہے جو سید کے ساتھ کیا گیا۔